گورونانک دیو-انسانیت کا داعی

اختر سندھو

گورونانک ۱۴۶۹ء تلونڈی موجودہ ننکانہ صاحب میں پیدا ہوئے اور کرتار پور (اب پاکستان میں) میں ۱۵۹۶ء میں اس دنیا سے جہانِ عدم کو سدھار گئے۔[1] ان کے پیروکار ''سکھ مذمت'' اور گورو ''گرنتھ'' کے پیروکار ہیں اور دُنیا کے کونے کونے میں اپنی امتیازی شکل و شبیہ سے الگ تھلگ نظر آتے ہیں۔ اس تحریر میں کوشش کی گئی ہے کہ گورونانک دیو جی مہاراج کی درویشی زندگی کی ایک جھلک پیش کی جائے جس سے نہ صرف ان کی تعلیمات کے آفاقی رخ سے آگاہی ہو بلکہ ان کی عملیت پسندی بھی اُجاگر ہو۔

گورونانک بچپن ہی سے درویشوں کی محافل کو پسند کرتے تھے اور جہاں فقیر درویش نظر آتے انہی کی سنگت اور خدمت کو زندگی سمجھ لیتے۔ گورونانک کو جب ان کے والدِ محترم کالومہتا نے کچھ کاروباری اشیاء خریدنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے سب کچھ راستے میں فقیروں کی خدمت میں پیش کر دیا۔ گھر آنے پر والد نے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کر دیا۔ تو بیٹا بولا ''میں نے سچا سودا کیا ہے''۔ اس شہر کا نام آج بھی ''سچا سودا'' ہے جو شیخوپورہ سے چند میل کی مسافت پر واقع ہے۔ گورونانک نے شادی کی، دو بیٹے ہوئے، نواب آف سلطان پور کی ملازمت کی مگر دنیا داری سے اکتا کر عازمِ سفر ہوئے۔ گورونانک ان تارک الدنیا ہندو اور مسلمان فقیروں سے بحث و مباحثہ میں مصروف رہے ان کے مطابق فقراء کی جنگل کے درختوں کو یا جانوروں کو ضرورت نہیں بلکہ معاشرہ کو ضرورت ہے۔ لہٰذا فقراً کو عام زندگی سے نہ صرف گزرنا چاہیے اور اس کا سامنا کرنا چاہیے بلکہ معاشرتی برائیوں کیخلاف ہر ممکن جدوجہد بھی کرنا چاہیے۔

۱۵۱۱ء میں گورونانک دو جٹ مریدوں بھائی سیدو (Saido) اور بھائی سیہو (Siho) کے ساتھ سیالکوٹ کی سرسبز و شاداب دھرتی پر پہنچے۔ دونوں مزید اشیائے خوردنی کے حصول کے لئے بازار گئے۔ واپسی پر گورو نے دونوں کو مضطرف پایا اور پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ سیالکوٹ کے باسی ترک مکانی کر کے جا رہے ہیں۔ چار سو قیامت کا سماں ہے۔ گورونانک نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ سیالکوٹ میں ایک حمزہ غوث نام کے درویش ہیں جنہوں نے بددُعا کی ہے کہ چالیس دن کا چلہ مکمل ہونے پر سیالکوٹ شہر تباہ و برباد ہو جائے گا.......... آخر حمزہ غوثؒ نے بددعا کیملں دی؟ دراصل

سیالکوٹ کے باسی ہندو گنگا رام کے گھر اولاد نہیں تھی وہ حمزہ غوث کی خدمتِ اقدس میں اپنی فریاد کے ساتھ حاضر ہوا حمزہؒ نے خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکت گنگا رام کو دو بیٹے عطا کرے گی مگر شرط یہ ہے کہ جب دوسرے بیٹے کی پیدائش ہو تو وہ پہلا بیٹا ہم درویشوں کو دے دیا جائیگا۔ گنگا رام نے شرط مان لی اور امیدوں کی کرنوں کے جلو میں گھر پہنچ گیا۔ خدائے متعال نے گنگا رام کو بیٹا عطا کیا جب دوسرا بیٹا پیدا ہوا تو حمزہ غوث اپنے ساتھی درویشوں کے ہمراہ گنگا رام کے دروازے پر جا پہنچے اور حسب وعدہ گنگا رام سے بیٹے کا مطالبہ کیا مگر گنگا رام نے بیٹا فقیروں کو دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے بیٹے کے وزن کے برابر چاندی لے جانے کا کہا مگر حمزہ نے وعدہ نبھانے پر زور دیا بالآخر گنگا رام صاف انکاری ہو گیا۔ اس پر حمزہ طیش میں آ گئے جلال میں آ کے چالیس دن کے چلّے کا اعلان کر دیا اور کہا کہ چلّہ پورا ہوتے ہی سارا شہر تباہ ہو جائے گا۔ آج چلّے کے کافی دن بیت گئے ہیں اور لوگ اپنے سامان وغیرہ کو سمیٹنے میں اور شہر چھوڑنے میں مصروف ہیں۔[۳]

گورونانک کی چمکتی آنکھیں سارے منظر پر چھا گئیں وہ گویا ہوئے ''جاؤ حمزہ غوث کو پیغام دو کہ ایک فقیر حاضری کی اجازت چاہتا ہے'' دونوں مرید اس جگہ پہنچ گئے جہاں حمزہ غوث نے اپنے آپ کو ایک کمرہ میں کئی روز سے بند کر رکھا تھا اور باہر کچھ مرید تشریف فرما تھے۔ دونوں نے گورونانک کا پیغام حمزہ تک پہنچانے کیلئے گزارش کی مگر انہوں نے اس کمرے کی چوکھٹ کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ دی کیونکہ چلّہ کے اصولوں کے مطابق نہ دروازہ کھولا جا سکتا تھا اور نہ ہی آواز دی جا سکتی تھی۔ چلّہ ٹوٹنے کی صورت میں کوئی عذاب آ سکتا تھا۔ مرید واپس چلے گئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ گورونانک نے اپنے مریدوں کی جانب اطمینان کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ دوبارہ جاؤ اور حمزہ غوث سے کہو کہ نانک فقیر کا ملنا ضروری ہے لہٰذا ملاقات کی اجازت دی جائے۔ دونوں مرید پھر خانقاہ پر حاضر ہوئے اور مدعا بیان کیا مگر انہوں نے کہا کہ چلّے تڑوا کر وہ خاکستر ہو سکتے ہیں لہٰذا وہ پیغام دینے سے قاصر ہیں۔ سیدو اور سیہو نے وہی جواب اپنے گورو تک پہنچا دیا جس پر گورونانک اٹھے اور چلنے لگے ان کے قدم اس خانقاہ کی جانب تھے جہاں حمزہ غوث چلّہ کاٹ رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر گورونانک نے حمزہ کے مریدوں سے کہا کہ وہ ایک درویش ہیں اور حمزہ غوث سے ملاقات کے متمنی ہیں اور اس ملاقات کے لئے وہ خود چل کے آئے ہیں۔ جواباً انہوں نے پچھلا سبق دہرایا کہ چلّہ ٹوٹنے پر کوئی آفت آ جائے گی۔ گورو نے جواب سنا اور اطمینان سے واپس چل دیئے[۴] ان کی خانقاہ پر آمد اور پھر واپسی ایسے تھی جیسے کوئی پانی کی لہر دھیرے سے پتھر کی چٹان کو چھیڑ کر واپس لوٹ جاتی ہے۔

گورو جی کا قیام ایک باغ میں تھا وہ خراماں خراماں جائے قیام کی طرف چلنے لگے وہ ابھی چند قدموں کی مسافت پر تھے کہ پیچھے ایک گرجدار آواز کے ساتھ شعلے آسمان کی طرف اٹھے سب نے پیچھے دیکھا تو وہ آگ حمزہ غوث کے کمرے سے بلند ہو رہی تھی گورونانک اپنے ڈیرے پر جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دیکھتے ہیں کہ ایک وجیہ اور رعب دار شخصیت مریدوں کے ہجوم میں انتہائی غصہ میں ان کی طرف آ رہی ہے یہ حمزہ غوثؒ تھے۔ گورونانک نے اُٹھ کر حمزہ کا استقبال کیا مگر حمزہ نے جلال میں بولنا

شروع کر دیا۔

''تم فقیر ہو لیکن مسلمان نہیں ہو۔اسی لیے چلّے کے اصولوں کا علم نہیں تم نے میرا چلّہ توڑا ہے- کیوں؟؟

''حمزہ غوث! آپ شہر کو تباہ و برباد کیوں کرنا چاہتے ہو؟''

''اس لئے کہ یہاں کے لوگوں کو فقیر کے ساتھ کیے گئے عہد کا کوئی پاس نہیں۔یہ جھوٹے ہیں اور تباہی کے لائق ہیں''۔

''نہیں حمزہ...... وعدہ خلافی ایک بندے نے کی ہے سارے شہر نے نہیں۔آپ عذاب ایک بندے کی بجائے نیک لوگوں پر بھی دے رہے ہیں ان بے گناہ لوگوں کو تباہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟''

حمزہ غوث کی جلالی آنکھوں میں شبنمی بہار آ گئی۔انہوں نے نانک کی سمت دیکھا جو کہہ رہے تھے۔

''حمزہ! یاد رکھ...... فقیر درویش کا کام بد دعا دینا نہیں۔فقیر صرف دعا کرتا ہے فقیر مانگتا نہیں مطالبہ نہیں کرتا وہ عطا کرتا ہے'' واقعی فقیری کا اصلی روپ ہے ہی یہی کہ درویش عام انسانوں کے لئے باعثِ برکت ہوتا ہے کسی کا نقصان کرنا فقیر کا کام نہیں وہ خود سختیاں برداشت کرتا ہے اور لوگوں کے لئے خوشیاں اور رحمتیں مانگتا ہے۔خود تشنہ مگر مخلوق کے لئے بارشوں کی فریاد کرتا ہے۔پنجاب کی دھرتی کے لئے اور فکر کی دنیا کے انمول موسموں کی بہار...... گورونانک دیو جی مہاراج...... جنہوں نے لوگوں کو کسی مذہب یا ذات کے آئینے میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے روپ میں دیکھا وہ محبت کی اہم ترین منزل 'حیرت' پر فائز تھے جس کے مطابق انسان کسی شئے سے اس کی ظاہری اہمیت و قیمت یا خوبصورتی کی وجہ سے پیار نہیں کرتا بلکہ وہ اس شئے سے اس لئے پیار کرتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی مخلوق ہے[۵]۔گورونانک کی ساری زندگی مخلوق خدا کی خدمت میں گزری اور اُنکا طرزِ زندگی حق و صداقت سے مزین تھا جو اُن کی فکر نے زمانے کے حالات سے اخذ کی تھی۔

گورونانک نے ابتدائی تعلیم ایک شعیہ مسلمان سید حسن سے حاصل کی۔جن علوم کے بارے میں گورونانک کو زیادہ شوق تھا ان میں عربی، فارسی اور اسلام خاص اہمیت کے حامل تھے[۶] اور اس دور میں یہ علوم ہر صاحبِ علم کی توقیر ہوا کرتے تھے۔ان کی ابتدائی زندگی میں ہندوستان لودھیوں کی حکمرانی میں تھا۔یورپ مذہبی دہشت گردی کے روائتی حصار سے نکلنے کے لئے تگ و دو کی طرف عازم سفر تھا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا تو کہیں نام ونشان بھی نہ تھا۔خطۂ یورپ میں مذہب کے نام پر انسانوں کا قتل اور ان کو اُبلتے ہوئے تیل میں ڈال کر مارنا، جیسے غیر اخلاقی کام روزمرہ کا معمول تھا اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ ان گھناؤنے کاموں میں حکومتیں اور عیسائی علماء مذہبی فریضہ سمجھ کر شامل ہوتے تھے۔انسانوں کا قتال کیتھولک بادشاہ اللہ کو خوش کرنے کیلئے کرتے تھے۔پروفیسر مارٹن لوتھر (۱۵۴۶-۱۴۸۳) نے کیتھولک عیسائیت میں سے غیر ضروری عقیدتوں یا بدعتوں اور چرچ میں مروّج دوسری برائیوں کے خلاف آواز اٹھائی۔ان کا کہنا تھا کہ عیسائیت اپنے اصلی رستہ سے بہت دور جا چکی ہے اور جو کچھ پادری کہہ رہے ہیں اور کر رہے ہیں ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔اس احتجاج نے

ایک نئے فرقے پروٹسٹنٹ کو جنم دیا جس نے یورپ کے سیاسی، ادبی، معاشی، تعلیمی، علمی، تحقیقی و سائنسی اور سماجی حالات پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ گورونانک کا ان تحریکوں سے کبھی رابطہ تو نہ رہا مگر اس زمانے کے مزاج نے گورونانک پر ضرور اثرات مرتب کیئے ہوں گے۔ انہوں نے مارٹن لوتھر سے زیادہ عملیت پسندی کا مظاہرہ کیا اور پنجاب اور دوسرے علاقوں کے لوگوں میں پیدا ہونے والی بے عملیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے ایک نیا راستہ متعین کرنے کی کوشش کی۔

گورونانک ابتدائی زندگی ہی سے سادھو، فقیر، درویشوں کی سنگت کو پسند کرتے تھے۔ فقیری ان کی فطرت کا مستقل حصہ تھی ان کے پاس جو کچھ ہوتا ان کو درویش کی نذر کرنا پسند کرتے تھے۔ اسلام کی روشنی اور ہندوازم کی اونچ نیچ کے اندھیرے نے اُن کے اندر کئی سوال پیدا کر دیئے۔ بھگتی تحریک پرانی سوچ کو پہلے ہی شکست وریخت کے عمل سے گزار رہی تھی۔ صدیوں پرانی سوچ کو اندھی تقلید ہی قائم رکھ سکتی ہے مگر صاحبِ فکر کیلئے ''لکیر کا فقیر'' بننا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ کام کرنا، کھانا کھانا، سانس لینا اور سو جانا یہ عام زندگی کا معمول تو ہو سکتا ہے مگر سوچنے والا شخص خود اپنے آپ کے لئے ہر لمحہ سوال بن کر اس کے آگے کھڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا گورونانک کو خدا تعالیٰ نے حق کا راستہ دکھایا اور وہ اپنے انداز اور نظریات کے ذریعے انسان کی بھلائی کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ان کی سوچوں میں تڑپ موجود تھی وہ نجات کی تلاش میں تھے جو خدا تعالیٰ کی واحدانیت کے علاوہ کہیں اور سے نہیں مل سکتی ہے۔ اسی فکر نے اس تشنگی کی حدّت میں اضافہ کیا تو وہ اس پیاس کو بجھانے کے لئے ہندوستان کے مختلف علاقوں اور پھر ترکی، عراق، مکہ المکرمہ، مدینہ منورہ، نجف اشرف اور بہت سے دوسرے علاقوں کے سفر پر نکل گئے۔ واپسی پر انہوں نے صوفیا اور سادھوؤں سے بحث اور تمحیص کا سلسلہ جاری رکھا اور پھر عمر کے آخری حصہ میں ملتان کے ایک میلے میں گئے جہاں انہوں نے پہلی بار اپنے خیالات و نظریات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ یہ خبر دہلی پہنچی جس پر مسلمان حکمران نے خفگی کا اظہار کیا۔ کفر کے روایتی فتووں نے اپنا رنگ دکھایا اور گورونانک کو قید میں ڈال دیا گیا۔ یہ سکھ دھرم کے مذہبی اور روحانی رہنماؤں کی مسلم حکومتوں کے ہاتھوں قید کا پہلا واقعہ تھا مگر یہ بھی حقیقت ہے گورونانک کو رہائی بھی مسلمان حکمران ہی کے ذریعہ ملی جب مغل حکومت کے بانی ظہیر الدین محمد بابر نے پانی پت کے معرکہ میں ابراہیم لودھی کو شکست دی [8] ۱۵۲۰ء کو بھی شہنشاہ بابر نے سیالکوٹ پر حملہ کیا اور بابر کے ایک جرنیل نے گورونانک اور دوسرے درویشوں کو سید پور (موجودہ ایمن آباد ضلع گوجرانوالا) سے گرفتار کر لیا تھا اس حملے میں مغل فوج نے سید پور کو بہت لوٹا مگر گورونانک کی کرامات کو دیکھ کر فوج نے نہ صرف گورونانک کو رہا کر دیا بلکہ وہاں کے لوگوں کا مال واسباب بھی واپس کر دیا۔ کہا جاتا تھا کہ سید پور کے لوگ فقیروں کی عزت نہیں کرتے تھے جس پر گورونانک نے بددعا دی تھی کہ وہ کسی قہر کا شکار ہوں مگر اس بات کی تصدیق ان کی عملی زندگی سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ انہوں نے کبھی کسی کو بددعا نہیں دی بلکہ محبت اور پیار ہی دیا ان کے مطابق فقیر بددعا نہیں صرف دعا کرتا ہے۔

جہاں تک سکھ تعلیمات کا تعلق ہے ہندوستان میں اسلام نے وہ گہرے نقوش چھوڑے کہ صدیوں پرانے عقائد کی جڑیں ہل گئیں۔ کئی اصلاحی تحریکوں نے جنم لیا۔ بھگتی تحریک ان میں اہم تحریک تھی۔ گورونانک نے ہندوازم اور اسلامی تعلیمات سے نئے اصول وضع کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں آنے والے گوروں نے اسے باقاعدہ مذہب بنا دیا۔ گورونانک نے اپنی فکری و عملی ریاضت کا نچوڑ عوامی بھلائی اور خدائے واحد کے پرچار کے نام کر دیا۔ ان کے مرید سکھ کہلائے۔ گورونانک نے بت پرستی کو حرام قرار دیا اور وحدت پرستی کا درس دیا۔ انہوں نے ذات پات، سماجی درجہ بندی، تمباکو نوشی، خواتین کا پردہ وغیرہ ناجائز قرار دیا اور تمام لوگوں کو آپس میں خلوص و محبت اور بھائی چارے میں پرونے پر زور دیا۔ ان کے نزدیک مذہب نہیں بلکہ انسان ضروری تھا۔ مذاہب انسانوں کے لئے اُترے تاکہ ان کو سکھ، بھائی چارے، سچ اور جھوٹ، علمیت اور جہالت، اچھائی اور برائی وغیرہ کے معیارات اور اصول بنا کر آسانی پیدا کر دی جائے۔ گورو جی انسانی برابری اور آقا، رعایا میں محبت کے قائل تھے۔ آپ جب ترکی میں سلطان سے ملے جو اپنی رعایا پر ظلم ڈھاتا تھا اور اُس کے سامنے زندگی اور سچائی کی ایسی تصویر پیش کی کہ سلطان نے وعدہ کر لیا کہ وہ آئندہ اپنی رعایا کے ساتھ کبھی سختی نہیں برتے گا۔[9]

گورو جی اپنے لڑکپن میں دولت خاں لودھی (گورنر سلطان پور) کے لنگر خانے میں ملازم رہے۔ وہاں ان پر ہیرا پھیری کا الزام لگ گیا پر سچے لوگوں کے کردار پر لگائے داغ زیادہ دیر نہیں رہتے۔ جلد ہی سچائی ثابت ہوئی اور گورو جی کی عزت و توقیر میں مزید اضافہ ہو گیا مگر اب ان کا دل اچاٹ ہو گیا۔ اور انہوں نے نوکری کو خیر باد کہہ دیا۔ اس واقعہ سے ایسا لگتا ہے کہ سچ اپنی روشنی کی جھلک دے کر اگلی منزل کے لئے آگے بڑھ گیا تاکہ اس روشنی سے اور لوگ بھی اپنے قلوب کو منور کر سکیں۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلے تاکہ خدا تعالیٰ کی صنعت اور کاریگری کو اس کی مخلوقات تک پہنچا دیں۔ گورو جی نے اپنا مستقل ٹھکانہ کسی ایک جگہ کو نہ بنایا اس طرح آدمؑ کی روایت ابنِ آدم نے خوبصورتی سے جاری رکھیں۔

اپنی وفات سے قبل گورو جی نے اپنے دو بیٹوں کی بجائے انگد (لہنا) کو اپنا جانشین مقرر کیا جس نے گورمکھی ایجاد کر کے نہ صرف نانکی وراثت کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا بلکہ اپنے ماننے والوں کو ایک الگ گروہ کی حیثیت سے شناخت (Idenity) بھی عطا کی۔ اسی شناخت کے تحت سکھ اپنے آپ کو الگ منوانے میں کامیاب ہوئے۔ مغل شہنشاہ ہمایوں جب شیر شاہ سوری کی یلغار اور اپنے بھائیوں کی بے وفائی کے آگے بے بس ہو کر پنجاب سے گزرا تو وہ گورو انگد سے ملا جس نے ہمایوں کو ہندوستان کی بادشاہی پر بحالی کی خوشخبری سنائی۔ ان روحانی واقعات کے ذریعے سکھ دھرم پنجاب کے علاقوں میں پھیلتا گیا اور گورو صاحبان نے سیاسی معاملات میں بھی دلچسپی لینا شروع کر دی۔

سکھ دھرم اور جٹ ذات کے لوگوں کا گہرا تعلق ہے آج بھی پاکستان میں اکثر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ تمام سکھ جٹ ہوتے ہیں حالانکہ سکھوں کے تمام گورو جو تعداد میں دس تھے، کھتری تھے۔ وفاداری اور عقیدت کے باوجود کسی جٹ کو گورویائی نہ مل سکی

شاید اس لئے کہ بقول سید وارث شاہؒ جٹوں میں روحانیت کبھی پیدا نہیں ہو سکتی

وارث شاہ نہ ولی پر سدھ ہوندے

پُتر جٹاں تے موچیاں تیلیاں دے

جٹوں کو گورپائی کیا ملتی الٹا ان پر الزام بھی آ گیا کہ گورو نانک نے نعرہ "جیڑا واہوے، او ہو کھادے" لگایا چونکہ جٹ کاشتکاری کرتے تھے اسی لئے انہوں نے لالچ میں آ کے سکھ مذہب قبول کر لیا۔ لیکن یہ بات سچائی سے کوسوں دور ہے کیونکہ ایک تو گورو نانک نے کبھی کسی کو لالچ کے ذریعے یا نعروں کے ذریعے اپنے ساتھ ملانے کی روش نہ اپنائی دوسرا انہوں نے کوئی مذہب قائم کرنے کی کوشش ہی نہ کی۔ وہ صرف اچھائی اور انسانیت کا درس دیتے رہے ایک فقیر درویش ہونے کی حیثیت سے انہوں نے سماج کو کسی غیر انسانی تقسیم کے سپرد نہ کیا بلکہ سچائی کی تبلیغ تک محدود رکھا۔ البتہ بعد میں ان کی تعلیمات کو بنیاد بنا کر ضرور ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اس بات کی دلیل یہ بھی ہے کہ جب گورو نانک فوت ہوئے تو ان کی آخری رسومات ادا کرنے کے دعویدار مسلمان اور ہندو ہی تھے۔ تیسرا کوئی فرقہ یا مذہب موجود نہ تھا۔ ہندو کہتے تھے کہ گورو نانک ہندو تھے اسی لئے ان کو جلایا جائے گا جبکہ مسلمان کہتے تھے کہ گورو نانک مسلمان تھے لہذا ان کو دفنا دیا جائے گا[۱۰] اس موقع پر کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ گورو نانک سکھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ گورو جی نیکی کی تعلیم دیتے رہے۔ انہوں نے کبھی اسلام اور ہندو ازم کے مقابلے پر نئے مذہب کو لانے کا اعلان نہ کیا اور نہ ہی کوئی شعوری حربہ (Tactic) استعمال کیا کہ ان کے مریدوں میں بہت اضافہ ہو جائے۔ وہ اپنا فرض سمجھ کر انسانیت کا درس دیتے رہے۔ خیر یہ سوچ بے وقعت نظر آتی ہے کہ گورو نانک نے جٹ قوم کو رام کرنے کے لئے لالچ دیا اس بات کی تصدیق ایک اور زاویے سے بھی کی جا سکتی ہے کہ جٹوں کی بڑی اکثریت پانچویں گورو ارجن دیو جی (۱۶۰۶-۱۵۸۱) کے دور میں سکھ ہوئی۔[۱۱] سکھ ازم پر اتھارٹی کی حیثیت رکھنے والے مورخ میکلوڈ (Hen McLeod) لکھتے ہیں کہ کھتری زیادہ تر اُستاد پیشے سے تعلق رکھتے تھے لحاظہ اُن کا اثر جٹوں پر زیادہ ہوا اور بہت سے جٹ سکھ ہو گئے۔[۱۲] گورو نانک کی تعلیمات کو ان نتائج کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے کہ انہوں نے طے کر دیا کہ

۱- گورپائی (Guruship) موروثی نہیں ہوگی۔

۲- مخلوقِ خدا خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھے باعزت اور محترم ہیں اور محبت ان کو انسانیت کے رشتہ میں پروئے رکھے گی۔

۳- کسی کو بددعا نہ کرو۔ دوسروں کیلئے اذیت کا باعث نہ بنا جائے وغیرہ وغیرہ۔

گورو نانک کے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رہے انہوں نے اسلام کو پڑھا اور دیکھا۔ مردانہ پہلا مسلمان تھا جس نے نانکی دھرم (Nanakism) قبول کیا اور غالباً پہلا ہندو اور جٹ (سندھو) بابا بالا تھا جس نے نانکی تعلیمات کو قبول کیا۔ ادھی گرنتھ (Adi Granth) میں مسلمان صوفیا کا کلام محبت اور امن کا آج بھی درس دے رہا ہے۔ سکھوں نے معانقہ یا سلام

کرنے کے لئے مختلف دور میں مختلف الفاظ استعمال ہوتے رہے۔ بیریں پپنا، کرتار کرتار، ست کرتار، واہے گورو جی کا خالصہ، واہے گورو جی کی فتح، پھر بندہ سنگھ بہادر بیراگی کے دور میں ست سری اکال مشہور ہوا اور آج تمام سکھ یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر دوسرے الفاظ بھی مروج نظر آتے ہیں۔[۱۳]

مختلف کوششیں ہوتی رہیں کہ سکھ دھرم پر سے اسلام کی چھاپ کو اُتارا جائے مگر گورو نانک جب تک سکھ دھرم میں رہے گا اسلام کی جھلک سکھ ازم میں آتی رہے گی۔ کچھ سکھ مذہبی لوگوں نے شائد اسلام کے اثر کو طعنہ جانا اور اسی خوف کے تحت انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سکھ ازم اور اسلام کا کچھ مشترک نہیں ہے مگر گیرٹ کے مطابق گرنتھ صاحب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ گورو نانک جی کو اللہ تعالیٰ، اس کے بندوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلِ محمدؐ کے ساتھ کس قدر عقیدت تھی وہ لکھتے ہیں

The Granth Sahib, the secred book of the Sikhs, bears.......... the fact that the founder of the religion loved God, loved his fellow men and had great respect for the Prophet of Arabia and other holy men of Islam ...... beliefs of the Sikhs and the Muslims are very similar to one another.[۱۴]

گورونانک ایک سچے وحدت پرست اور مخلوقِ خدا سے پیار کرنے والے عظیم صوفی اور درویش تھے انہوں نے محبت اور نیکی کا درس دیا۔ ان کی زندگی لوگوں کو سکھ دینے اور سچائی کا راستہ دکھانے میں صرف ہوئی وہ خود خواہ قید و بند کی پریشانیوں سے گزرے یا غیر انسانی مشقتوں میں مگر انہوں نے اپنے حریف کو بھی بددعا دی اور نہ ہی اپنے مریدوں کو بدلہ لینے کا درس دیا۔

حوالہ جات

۱- H.S. Singha, *Concise Encyclopaedia of Sikhism* (New Delhi: Vikas Publishing House Pvt. Ltd., 1986), pp. 135-137

۲- Sangat Singh, *The Sikhs in History, 2nd ed.* (New Delhi: Uncommon Books, 1996), p. 13.

۳- Balwant Singh Anand, *Guru Nanak: His Life and is Message* (Delhi: Guru Nanak Foundation, 1983), pp. 119-123.

۴- *Ibid.,* pp. 123-124.

۵- There are three kinds of love, *Eroz, Philia* and *Agape* in John J. Ansbro,

Martin Luther King, Jr.: The Making of Mind (Maryknoll, New York: Orbis Books, 1982), pp. 8-9.

A Rauf Luther, *Sikhism and Islam* (Lahore: Hamid Press, 1984), p. 6. -۶

Mircca Eliade.ed., The Encyclopedia of Religion vol.12 (Newyork Macmillian Publishing Company, 1987), pp. 23-28 and vol. 9, pp. 57-67. -۷

Syed Muhammad Latif, *History of the Punjab* (Lahore and London: People's Publishing House, n.d.), pp. 241, 245. -۸

Ibid., p. 241. -۹

Sangat Singh, *The Sikhs in History,* p. 14. -۱۰

Sarfraz Hussain Mirza et.al., *The Sikh question* (Lahore: CSAS, Punjab University, 1985), p. 11. -۱۱

W.H. McLeod, *The Evolution of the Sikh Community* (London: Oxford University Press, 1976), p. 11. -۱۲

H.S. Singh, *Concise Encyclopaedia of Sikhism,* pp. 160-161. -۱۳

G.T. Garratt, *The Lagacy of India,* p. 291. -۱۴

Mircea Eliade., *The Encyclopedia of Religion*, vol. 12 (New York, Macmillan Publishing company, 1987), pp 23-28 and vol. 9, pp. 57-64. -۱۵